Rohtas Mahila College , Sasaram

Dr. Shahla Bano
Dept of Urdu

Course:-B.A part III Hons paper 5th(2019-20)
Book:- Urdu ki ibtedai Nashw-o-Numan mein Sufya-e-karam ka Kam
Topic:-Urdu Ek Ahem Waseela izhaar

Scanned with CamScanner

صوفیائے کرام کا وسیع دائرہ کار

صوفیائے کرام کی خدمات کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ انہوں نے اپنی بات عوام تک پہنچانے کے لیے زمانے میں رسالے لکھے۔ ان کی زبان موجودہ اردو زبان سے کسی حد تک مختلف تھی اور ایسا ہونا لازمی بھی ہے کیونکہ ہر زبان ابتدا میں بولی کے روپ میں رہتی ہے اور بعد میں ارتقا کے مختلف مرحلوں سے گزرنے کے بعد ہی ایک واضح شکل اختیار کرتی ہے۔ آج اردو زبان کی جو صورت ہے وہ خاصی ترقی یافتہ ہے اور تغیر و تبدل کے مختلف مرحلوں سے گزری ہے۔ مگر صوفیائے کرام کے وقت میں یہ زبان تشکیل اور پختگی کے ابتدائی مراحل میں تھی اور اس پر مقامی بھاشاؤں کا گہرا اثر تھا۔ اسے موجودہ اردو کی قدیم ترین شکل کہا جا سکتا ہے۔ اور اسی زبان میں صوفیائے کرام نے مذہبی رسالے لکھے۔ اسی زبان میں تخلیق کے جو نمونے موجود تھے، ان میں سے اکثر

Scanned with CamScanner

دست برد زمانہ سے معدوم ہو چکے ہیں اور ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں کہ ہم صوفیائے کرام کے زیادہ سے زیادہ ملفوظات پیش کر سکیں مگر یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ اردو زبان کے ابتدائی دور میں انہوں نے ناقابل فراموش اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانے سے ہی صوفیائے کرام نے اردو زبان کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔ مگر اب شیخ فریدؒ سے قبل کا کوئی نمونہ دستیاب نہیں ہے۔ مولوی عبدالحق جنہوں نے اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کی خدمات کی تفصیل سے ذکر کیا ہے خود بھی اعتراف کرتے ہیں:

"افسوس کے باوجود تلاش کے ہمیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز کا کوئی معتبر قول ہندی زبان میں نہیں ملا لیکن ان کی عالمگیر مقبولیت کو دیکھتے ہوئے یقینی امر ہے کہ وہ ہندی زبان سے ضرور واقف تھے کیونکہ ہندو بھی مسلمانوں سے کم ان کے معتقد نہیں۔ "ہند الولی" کی ترکیب اور غریب نواز کا لقب خود ان کی عام مقبولیت کی صاف شہادت دے رہے ہیں۔ البتہ شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے متعدد مقولے ملتے ہیں۔"

یہ تو ظاہر ہے کہ صوفیائے کرام کا مقصد زبان کی توسیع نہ تھا اور انہوں نے بالواسطہ یا غیر شعوری طور پر یہ کام انجام دیا۔ مگر ان کا مقصد خالص سیاسی بھی نہ تھا۔ ان کے پیش نظر سماجی، اخلاقی اور مذہبی حالات کی درستگی بھی تھی۔ ان کے سامنے حق اللہ اور حق العباد دونوں کی تلقین تھی۔ اس لئے انہوں نے سماج کے مختلف طبقوں سے میل جول بڑھایا۔ ان کی زبان سیکھی اور پھر اپنی مختلف النوع ضرورتوں کے اعتبار سے زبان کا ایک پیٹرن (PATTERN) اور نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ اس طرح زبان مختلف سمتوں میں پھیلی۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے پیش کردہ نمونے پر بعد میں عمل نہ ہو سکا۔ مگر اس سے ایک ایسے زمانے میں اردو زبان کی توسیع ہوئی جو افراط و تفریط کا دور تھا۔ صوفیائے کرام نے جو الفاظ زبان میں داخل کیے ان سے اردو زبان میں گہرائی اور گیرائی دونوں پیدا ہوئی۔

اردو کے مختلف علاقے

یہاں پر ایک اور نکتے کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ اردو زبان کی پیدائش کے بارے میں گو کہ مختلف نظریات

Scanned with CamScanner

سامنے آچکے ہیں لیکن زیادہ تر ماہرینِ لسانیات یہی مانتے رہے ہیں کہ اردو کی ابتداء دہلی اور نواحِ دہلی کے علاقے میں ہوئی اور اس کی ابتدائی نشوونما کا کام بیک وقت کئی علاقوں میں شروع ہوا۔ ابھی تک توہم امیر خسرو کو ہی اردو کا پہلا شاعر مانتے آرہے ہیں لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جس زمانے کو ہم اردو کی ابتدا کا زمانہ تسلیم کرتے ہیں وہ اردو کی ابتدائی نشوونما کا زمانہ ہو۔ بہرحال چونکہ اردو کی ابتدائی نشوونما صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہوئی اس لئے اس کا سلسلہ کسی خاص علاقے تک محدود نہیں رہا۔ صوفیاء اپنی دھن کے پکے تھے، اس لئے وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے دشوار ترین راستوں سے گذر کر بھی ملک کے تقریباً ہر علاقے میں پہنچے اور شمال ہو یا جنوب، جہاں کہیں وہ گئے، اپنے ساتھ گھٹنوں کے بل چلتی ہوئی اس زبان کو بھی لے گئے جو آج اردو کے نام سے مقبول ومعروف ہے۔ اس طرح زبان کا دائرہ اور علاقۂ کار وسیع ہوتا گیا۔ گرچہ مختلف علاقوں میں مقامی اثرات کے تحت زبان کے لب ولہجے میں کچھ تبدیلیاں آئیں جو آج بھی موجود ہیں مگر اردو زبان آج جس طرح ملک کے ہر علاقے میں بولی جاتی ہے اس میں بھی صوفیائے کرام کی ان ہی کوششوں کا دخل ہے۔ شمال کو گرچہ اس لحاظ سے اوّلیت حاصل ہے اور شمالی ہند میں جیسا کہ میں نے لکھا ہے، اسی سلسلے کی قدیم ترین روایت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے منسوب ہے جنہوں نے ہندو عوام اور راجاؤں کے درمیان تبلیغ کا خاصا کام کیا ہے، مگر جنوب کی اہمیت بھی کسی طرح کم نہیں ہے۔ وہاں بھی صوفیہ کرام نے اردو زبان کی ابتدائی نشوونما میں بھرپور حصّہ لیا ہے۔ شمال میں اگر خواجہ اجمیریؒ کے بعد ان کے خلفاء میں خواجہ بختیار کاکیؒ، شیخ فریدؒ اور حضرت امیر خسرو کافی مشہور رہے ہیں تو جنوب میں عروس اردو کے گیسو سنوارنے والوں میں شمس العشاق شاہ میراں جی، شیخ بہاء الدین باجن اور حضرت گیسو دراز کے نام نمایاں ہیں۔ یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت گیسو دراز بندہ نواز ہی جنوب کے سب سے قدیم صوفی ہیں جن سے ایک اہم کتاب "معراج العاشقین" منسوب ہے۔ اگر بعض محققین کی یہ رائے تسلیم کرلی جائے کہ "معراج العاشقین" ان کی تصنیف نہیں ہے تو اوّلیت کا سہرا شاہ میراں جی کے سر بندھتا ہے۔ بہرحال اسی زمانے میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ بھی تبلیغ اسلام میں مشغول تھے۔ ان کی حیثیت صوبہ بہار میں تقریباً

Scanned with CamScanner

دہی رہی ہے جو دہلی میں امیر خسرو کی تھی۔ آپ خسرو کے معاصر تھے اور ایک روایت کی بنیاد پر حضرت نظام الدین اولیاؒ سے ملاقات بھی کی تھی مگر انہوں نے اپنا مرید بنانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق جب وہ دہلی پہنچے تو حضرت نظام الدین اولیارؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے بعض دوہے اور منتر بہت مشہور ہیں مگر ان کی زبان خسرو کی بہ نسبت ذرا سخت ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقامی اثرات کے سبب ایک ہی زبان کے مختلف روپ ایک ہی زمانے میں موجود رہے ہیں۔

ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام کا بنیادی مقصد اسلام کی تبلیغ اور اشاعت تھا مگر یہ مقصد اسی طرح پورا ہو سکتا تھا کہ اسلامی سلطنت کو وسعت اور استحکام حاصل ہو۔ سلطنت کو وسعت دینے کا کام تو خیر بادشاہوں سے بھی ہو سکتا تھا مگر انہیں مستحکم کرنے کے لئے صوفیائے کرام کا تعاون ضروری تھا۔ کیونکہ بادشاہ علاقے فتح کرتے تھے اور صوفیاء دل جیتنے کی کوشش کرتے تھے۔ شاید اسی لیے بادشاہوں کی آمد سے قبل ہی صوفیائے کرام ہراول دستے کے طور پہ ہندوستان میں داخل ہوئے۔ یہاں آکر انہیں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ایک ایسی زبان کی ضرورت پڑی جو مقامی لوگوں کو بھی سمجھ میں آئے اور ان کے لیے بھی بالکل نامانوس نہ ہو۔ یہ زبان نہ تو عربی و فارسی ہو سکتی تھی نہ کوئی مقامی بھاشا۔ البتہ فارسی، عربی اور مقامی زبانوں کے میل جول سے بننے والی نوزائیدہ زبان، ہندوی جسے ہم بہ الفاظ دیگر قدیم اردو بھی کہہ سکتے ہیں اس کام کے لیے کافی مناسب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے ہندوی زبان یعنی اردو کو اپنایا اور اپنی ضرورت کے مطابق اس کے الفاظ کے سرمایے میں گراں قدر اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ اسے اس قابل بنانا چاہا کہ مسلم سلاطین بھی اسے اختیار کر سکیں اور آگے چل کر وہ سرکاری زبان کے متوازی ہندستان میں فروغ پا سکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلم بادشاہوں نے اپنی بعض مصلحتوں یا مجبوریوں کے سبب فارسی کو ہی سرکاری زبان کا درجہ دیا لیکن اردو کی بنیاد جس طرح صوفیائے کرام نے مضبوط کر دی تھی اس کے سبب یہ زبان برابر مقبولیت کی منزلیں طے کرتی رہی اور رفتہ رفتہ پورے ملک کی لنگوا فرینکا یا رابطے کی زبان بن گئی۔

Scanned with CamScanner

باباۓ اردو مولوی عبدالحق نے اس سلسلے میں گراں قدر تحقیقی کارنامہ انجام دیا ہے۔ انہوں نے پہلے تو اس نکتے کی وضاحت کی ہے کہ اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیاۓ کرام نے کس طرح حصّہ لیا۔ پھر اس سلسلے میں ایک معتبر شہادت پیش کی ہے کہ مشاہیر اولیاۓ کرام ہندوستانی، ہندوی یا قدیم اردو میں اظہار خیال کرتے تھے اور ان کا وسیلۂ اظہار صرف عربی یا فارسی نہ تھی۔ باباۓ اردو نے اس دعوے کے ثبوت کے طور پر تقریباً پچیس صوفیاۓ کرام کی مثالیں پیش کی ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں، پیروں اور معتقدوں کی ہدایت کے لیے نظم و نثر میں رسالے لکھتے وقت عربی زبان کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں یہاں تک کہ سنسکرت کے بھی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ لب و لہجے یا قواعد کی پابندی کے اعتبار سے آج کے اہل زبان سے الگ نظر آتے ہیں لیکن یہ انہیں کی جراٴت کا نتیجہ تھا کہ دوسرے لوگوں نے بھی اس زبان کا استعمال شعر و سخن، مذہب و تعلیم اور علم و حکمت کے لیے شروع کر دیا۔ یہ صوفی کسی ایک علاقے سے وابستہ نہ تھے اس لئے ممکن ہے بعض حضرات کے مکمل حالات اور کارنامے اب تک سامنے نہ آسکے ہوں۔ مگر جو بھی مواد ہمارے سامنے ہے وہ ان صوفیاء کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے کافی ہے۔